اشاعۃ السنۃ النبویہ

علی صاحبہا الصلوٰۃ والتحیہ

نمبر سوم — جلد چہارم

بابت ربیع الثانی ۱۲۹۸ھ مطابق مارچ ۱۸۸۱ء

وهذا أظهر لقولهم بعده يا أخت هارون ما كان أبوك الخ — (کبیر صفحہ ۷۵۵ جلد ۵)

بدکار ہی پیش کیا ہے۔

اور اس امر منکر سے زنا مراد ہونا اور اس اتہام کا اسیوقت میں پایا جانا آپ نے سورہ (النساء) کی تفسیر میں بیان کیا ہے۔ چنانچہ فرمایا ہے کہ انہوں نے

نسبوا مريم الى الزنا فالمراد بقوله وبكفرهم هو انكارهم قدرة الله تعـ وبقوله وقولهم على مريم بهتانا عظيما نسبتهم اياها الى الزنا وانما صار هذا الطعن بهتانا عظيما لانه ظهر عند ولادة عيسى عليه السلام من الكرامات والمعجزات ما دل على براءتها من كل عيب نحو قوله وهزي اليك بجذع النخلة تساقط عليك رطبا جنيا ونحو كلام عيسى عليه السلام حال كونه طفلا منفصلا عن امه فان كل ذلك دلائل قاطعة على براءة مريم عليها السلام من كل ريبة فلا جرم وصف الله تعالى طعن اليهود فيها بانه بهتان عظيم

(تفسیر معالم صفحہ ۵۰۰ جلد ۳)

ما كان ابوك امرء سوء قال ابن عباس اراد يا ما كان ابوك زانيا وما كانت امك بغيا اي زانية فمن اين لك هذا الولد

ما كان ابوك امرء سوء وما كانت امك بغيا زانية حتى نقول انك تابعت في تلك الفاحشة احد ابويك (جامع البيان)

مریم کو زنا کی طرف منسوب کیا اُنکی کفر سے مراد انکار قدرت خدا ہے اور بہتان سے مراد مریم کا زنا کی طرف منسوب کرنا۔ یہہ طعن بہتان عظیم اسلئے ہوا کہ ولادت مسیح کے وقت کرامات و معجزات اسقدر ظاہر ہوئی تھیں کہ اس سے مریم کا ہر عیب سے پاک ہونا معلوم ہو گیا [illegible] درخت کا خرما گرانا اور مسیح کا بچپن میں کلام کرنا۔ یہ مریم کے ہر عیب سے براءت پر قطعی دلائل ہیں اسلئے خدا نے یہود کے اس طعن کو بہتان عظیم کہا۔

اور تفسیر معالم میں ہے ابن عباس نے معنی آیہ میں فرمایا تیرا باپ زانی نہ تھا اور تیری ماں زانیہ نہ تھی پھر تجھے بچہ کہاں سے ہوا۔

اور جامع البیان میں ہے تیرا باپ بدکار نہ تھا تیری ماں زانیہ نہ تھی تا کہ ہم کہیں کہ تو اس کام میں والدین میں سے کسی کی تابع ہوئی۔

چوتھی بات کی ثبوت پر بھی سیاق والفاظ قرآن کی شہادت موجود ہے طعن یہودیون کے جواب مین مریم علیہا السلام کا مسیح کیطرف اشارہ کرنا اور اسکے جواب مین انکا یہ کہنا کہ ہم لڑکے سے کیونکر بات کرین اُسے حرف (ف) سے شروع کیا گیا ہے۔ اسی سیاق کی دست آویز سے مفسرین نے کہا ہے کہ یہ مکالمہ مسیح کا اسی موقع پر ہوا ہے۔

تفسیر کبیر مین ہے جب یہودیون نے مریم علیہا السلام کے زجر و ملامت مین مبالغہ کیا تو وہ چپ ہو رہین اور مسیح کی طرف اشارہ کیا یعنی تمہاری بات کا یہی لڑکا جواب دیگا۔ تب وہ سخت خفا ہوئی اور بولے یہ اسکا ہم سے ہنسی کرنا اسکی زنا سے بدتر ہے مسیح نے جب یہ بات سُنی تو دودھ پینا چھوڑ دیا اور انکی طرف متوجہ ہوا اور ان سے ہمکلام ہوا۔ کہتے ہین کہ اسوقت سے پیچھے پھر وہ کبھی نہین بولا۔ یہانتک کہ اُس عمر کو پہنچا جسمین بچے بولنے لگتے ہین۔ اور لفظ کان اس مقام مین بمعنی حصل و وجد ہے یعنی موجود ہوا اور پایا گیا۔

انهم لما بالغوا في توبيخها سكتت واشارت اليه أي عيسى عليه السلام اي هو الذي يجيبكم اذا ناطقتموه وعن السدي لما اشارت اليه غضبوا غضبا اشد وقالوا لسخريتها بنا اشد من زناها وروى انه كان يرضع فلما سمع ذلك ترك الرضاع واقبل عليهم بوجهه واتكأ على يساره واشار بسبابته وقيل كلمهم بذلك ثم لم يتكلم حتى بلغ مبلغا يتكلم فيه الصبيان قوله كيف نكلم من كان في المهد صبيا اي حصل فكان ههنا بمعنے حصل ووجد۔

(تفسیر کبیر ص ٧٠٩ جلد ٥)

تفسیر معالم مین ہے ابن عباس نے فرمایا ہے جبکہ مریم کے پاس کوئی دلیل نہ تھی تو اُس نے مسیح کی طرف اشارہ کیا تاکہ اُسکا کلام مریم کے لئے سند ہو جاے اسی تفسیر مین ہے کہ جب مریم نے مسیح کیطرف اشارہ کیا تو اُنہون نے کہا کہ باوجود اس فعل کے ہم سے ہنسی کرتی ہے ہم ایسے شخص سے کیونکر کلام کرین جو گہوارہ مین لڑکا ہے اس گہوارہ سے

لما لم تكن لها حجة اشارت اليه ليكون كلامه حجة لها وفي القصة لما اشارت غضب القوم وقالوا مع ما فعلت اتسخرين بنا ثم قالوا كيف نكلم من كان في المهد صبيا اي من هو في المهد وهو حجرها وقيل هو المهد بعينه وكان بمعنى هو قال

ابو عبیدۃ کان صلۃ ای کیف نکلم صبیًّا فی المھد وقد یجیٔ کان حشو فی الکلام لامعنی لہ کقولہ ھل کنت الا بشرا رسولا ای ھل انا فلما سمع عیسی کلامھم ترک الرضاع واقبل علیھم وجعل یشیر بیمینہ قال انی عبد اللہ الخ۔

ماں کی گود مراد ہے یا بعینہ گہوارہ اور یہاں لفظ کان بمعنے ہو ہے ابو عبیدہ (امام علم لغۃ) نے کہا لفظ کان یہاں زاید ہے اور کان کلام مین زاید آیا کرتا ہے جیسے اس آیۃ مین (ھل کنت الا بشرا رسولا ای ہل انا) یعنی مین صرف بشر رسول ہون۔ جب حضرت عیسی نے انکی بات سُنی تو دودہ پینا چہوڑ دیا اور ان پر متوجہ ہوا اور کہا مین خدا کا بندہ ہون الخ۔

اور تفسیر بیضاوی مین لکہا ہے مریم نے عیسی کیطرف اشارہ کیا کہ اس سے کلام کرو تاکہ تمہین جواب دے وہ بولے ہم ایسے شخص سے کیونکر کلام کرین جو

فاشارت الیہ ای الی عیسی علیہ السلام ای کلموہ لیجیبکم [illegible] فی المھد صبیًّا ولم یعھد صبی فی المھد کلمہ عاقل۔ وکان زایدۃ او تامۃ او دائمۃ کقولہ تعالی وکان اللہ علیما حکیما او بمعنی صار (بیضاوی)

ہوا [illegible] ایسا کوئی لڑکا نہیں ہوا جس سے دانا مخاطب ہوا ہو لفظ کان اس آیہ مین زائد ہے یا تامہ ہے (بمعنی موجود رہا یا گیا) یا دایمہ ہے جیسے اس آیۃ مین وکان اللہ علیما حکیما یا بمعنی صار ہے یعنی ہوگیا

اِس بیان کی تصدیق وتائید مین ایک حدیث صحیح صریح وارد ہے۔ جسکا حاصل یہ ہے کہ آنحضرت صلعم نے فرمایا ہے تین شخصون نے گہوارہ مین کلام کیا ہے (۱) حضرت عیسی علی نبینا وعلیہ السلام

عن النبی صلعم قال لم یتکلم فی المھد الا ثلثۃ عیسی وکان فی بنی اسرائیل رجل یقال لہ جریج الخ صحیح البخاری کتاب الانبیاء ص ۴۸۹ وغیرہ

(۲) وہ لڑکا جسکو لوگون نے ناحق جریج زاہد بنی اسرائیل کا لڑکا کہا تہا (۳) ایک عورت بنی اسرائیل کا لڑکا۔

شاید یہان بضاری یا انکی تقلید سے جناب مخاطب یہ بحث کرین کہ مسیح کا مہد مین کلام کرنا

انجیل میں مذکور نہیں ہے اور نہ عیسائیوں میں مشتہر ہے اگر یہ امر واقع ہوتا تو مسیح کے ماننے والوں میں

وكان الحاضرون جمع قليل ولا يبعد في مثلهم التواطؤ على الاخفاء وبتقدير ان يذكروا ذلك فان غيرهم كانوا يكذبونهم في ذلك وينسبونهم الى البهت فهم ايضا قد سكتوا لهذه العلة فلهذا السبب بقي الامر مكتوما الى ان نطق القرآن بذلك (تفسير نيشاپوري)

جنہوں نے انکو خدا بنا دیا کیوں مشہور نہ ہوتا اسکا جواب تفسیر نیشاپوری میں یہ دیا ہے کہ اس موقع پر حاضرین کم تھے جنسے اخفاء بعید نہ تھا اور اگر وہ اسکو ذکر بھی کرتے تو اُن کے مخالف (اکثر یہود) انکو جھٹلاتے اور مریم پر بہتان لگاتے اسلئے وہ چپ رہے پھر یہ امر دبا رہا اور لوگوں پر مخفی رہا یہانتک کہ قرآن نے [illegible]

میں کہتا ہوں اس جواب کی تائید خود انجیل میں موجود ہے جسکا بیان صفحہ ۴۵ میں ہو چکا ہے اب اہل ایمان و انصاف کو یہ سوچنا بکار ہے کہ ایسی حالت میں عیسائیوں کا اس امر سے ساکت رہنا لائق اعتماد و احتجاج ہے یا خدا اور رسول کا بیان کرنا۔ ان چاروں باتوں کی بحث و بیان سے ثابت ہو گیا کہ جو کچھ ہم نے سورہ مریم سے بیان کیا ہے یہ ظاہر معنی الفاظ قرآن و فرقان ہے جس سے بخوبی ثابت ہے کہ خدا تعالیٰ نے مبنی و منشاء دعوی فریقین کے وجود کو قرآن میں تسلیم کر لیا ہے ان سے جو اس فریقین نے نتیجہ نکالا ہے اس کو رد کیا ہے جسکا بیان معروض ذیل ہے -

نتیجہ مخترعہ فریقین (جو بلا پدر پیدائش مسیح سے فریقین نے [illegible] لیا ہے) **کا ابطال** ورد خدا تعالیٰ نے اس بیان سے فرمایا ہے کہ بلا پدر پیدا ہونا نہ اس بات کو [illegible] ہے کہ مسیح خدا یا فرزند خدا ہو اور نہ اس امر کا مثبت و مستلزم کہ معاذ اللہ وہ ناجائز طور پر پیدا ہوا ہو۔ یہ شبہ تب ہو جبکہ خدا تعالیٰ کی قدرت ظاہری اسباب میں منحصر و محدود ہو۔ وہ بلا پدر فرزند پیدا نکر سکے یا بلا اصل و مادہ سابق کوئی چیز وجود میں نہ لا سکے۔ اس نے آدم کو مادر و پدر دونوں کے سوا پیدا کیا اور آسمان و زمین کو نئے سرے ایجاد کیا پھر بلا پدر فرزند پیدا کرنا اُسپر کیا مشکل ہے اور اگر بلا پدر پیدا ہونے سے خدا ہونا لازم آتا ہے [*]

[*] اس تقریر ابطال نتیجہ عیسائیوں کو جناب مخاطب نے بھی تسلیم کیا ہے۔ اور اسکا مطلب اس تقریر سے ادا فرمایا ہے اگر بالفرض تم بوجہ بن باپ پیدا ہونیکی حضرت عیسی کو خدا کا بیٹا مانتے ہو تو حضرت آدم کو جو بن ماں باپ کے پیدا ہوئے ہیں بدرجہ اولی خدا کا بیٹا ماننا چاہئیے اور جب تم حضرت آدم کو خدا کا بیٹا نہیں مانتے تو حضرت عیسی کو صرف بن باپ کے پیدا ہونے سے کیوں خدا کا بیٹا مانتے ہو۔

تو عیسائیون مین آدم کو جسکی باپ کے ساتھ مان بھی نہی کیون خدا نہین مانا جاتا - اس بیان

با برہان کو خدا تعالیٰ نے اِن مختصر الفاظ سے ادا کیا ہی کہ عیسیٰ کے مثل خدا کے نزدیک ایسی

ان مثل عیسے عند الله كمثل ادم خلقه من تراب ثم قال له كن فيكون (آل عمران ع ۶) بديع السموات والارض اني يكون له ولد ولم تكن له صاحبه (انعام ع ۱۳)

ہی جیسے آدم جسکو خدا نے مٹی سے بنایا پھر اسکو کہا تو انسان ہو جا پھر وہ انسان ہوگیا - اور فرمایا وہ الله آسمان و زمین کا نئے سرے پیدا کرنیوالا ہے اسکا بیٹا کیونکر ہو سکتا ہے اُسکی بیوی تو ہے ہی نہین

تفسیر مظہری معالم - کبیر وغیرہ مین آیۃ اول کی تفسیر مین کہا ہے کہ یہ آیتہ وفد نصاریٰ نجران

نزلت الآية في وفد نجران لما قالوا لرسول الله مالك تشتم صاحبنا قال ما اقول قالوا تقول انه عبد قال اجل هو عبد الله و رسوله و كلمته القاها الى العذراء البتول فغضبوا و قالوا هل رايت انسانا قط من غير اب فانزل الله تع لالزامهم وافهامهم هذه الآية -

کی شان مین نازل ہوئی جو آنحضرت صلعم کے پاس آئے اور آنحضرت صلعم کو خدا کا بندہ کہنے پر آشفتہ ہوئے اور کہنے لگے کہ تم نے ایسا ہی کوئی انسان دیکھا ہے جو بغیر باپ پیدا ہوا ہو جس پر یہ آیت نازل ہوئی -

اسی بیان خداوندی کے موافق حضرت مریم نے فرمایا ہے - تفسیر کبیر و نیشا پوری مین نقل ہے کہ جب یوسف نے مریم کو حاملہ پایا تو اسکو شک ہوا اور اس نے مریم سے پوچھا کہ بلا تخم بھی کبھی کھیتی ہوتی ہے اور بلا پدر بچہ پیدا ہوتا ہے - مریم نے جواب دیا کہ ہان ایسا ہو سکتا ہے پہلے زراعت خدا نے کس تخم سے پیدا کی - تخم اسی زراعت سے ہوا ہے نہ وہ زراعت کسی تخم سے - اور آدم اور حوّا کہان سے پیدا ہوئے ان کے تو مان و باپ دونون نہ تھے - تب یوسف کا شک رفع ہوا -

بالجملہ خدا تعالیٰ نے نتیجہ فریقین اور انکی دعاوی کے مبنی کو مسلم رکھکر اس نتیجہ کو بدست آوری قدرت کاملہ اور بذکر بعض تمثیلات [illegible] رد کر دیا اور دونون فریق کے خیال کو باطل کر کے

حق فرمایا کہ مسیح نہ خدا ہے نہ خدا کا فرزند اور نہ مولود ناجائز بلکہ وہ خدا کے بندے ہین جو محض قدرت کاملہ سے بلاباپ پیدا ہوئے ہین ❊

یہ اہل اسلام کا اس باب مین قرآن سے استدلال ہے اب خلاصہ کلام مخاطب جو اس استدلال کے مقابلہ وجواب مین آپ سے سرزد ہوا ہے نقل کیا جاتا ہے پھر اُسکے ذیل مین اسکا جواب قلم مین آتا ہے ۔ آپ نے اس استدلال کے اس جزو پر (کہ خدا تعالی نے وجود مبنی ومنشاء دعاوی فریقین یعنی مسیح کے بلاباپ پیدا ہونیکو مان لیا ہے) نکتہ چینی کی ہے ۔ اور جو ہمنے اس جزو کے ثبوت مین سورہ مریم سے چار باتین نقل کی ہین انمین آپنے بحث کی ہے ۔ **پہلی بات** (یعنی بشارت فرشتہ کی متصل حمل ہونے) مین آپ نے یہ **بحث** کی ہے کہ حرف ف جو فحملتہ پر ہے یہ لازم نہین آتا کہ بمجرد اس گفتگو کے حضرت مریم حاملہ ہو گئی تھین بلکہ پایا جاتا ہے کہ اس گفتگو کے بعد [illegible] جس وقت کی یہ گفتگو ہے بلاشبہ حضرت مریم کو کسی بشر نے نہین چھوا تھا لیکن اسکے بعد اسکا خطبہ یوسف سے ہوا اور وہ حسب قانون فطرت یوسف سے حاملہ ہوئی تھین یہ صفحہ ۳۶ تفسیر مین آپکے الفاظ ہین اور صفحہ ۳۱ مین آپنے فرمایا ہے کہ یہ بشارت رویا (یعنی خواب) کا واقعہ ہے ۔ اور سینٹ متی کی انجیل سے بھی ایسا ہی مستنبط ہوتا ہے کیونکہ بموجب اس انجیل کے یوسف کو بھی اس حمل کی خبر خواب مین بذریعہ فرشتہ دی گئی تھی" ۔ اور بصفحہ ۳۳ فرمایا کہ جس زمانہ مین بشارت ہوئی اس زمانہ مین بلاشبہ حضرت مریم کو کسی مرد نے نہین چھوا تھا بلکہ غالباً انکا خطبہ بھی یوسف سے نہین ہوا تھا مگر اُس سے یہ لازم نہین آتا کہ اسکے بعد بھی یہ امر واقعہ نہین ہوا ۔

اس بحث کا جواب یہہ ہے کہ حمل کا بشارت کے متصل واقع ہونا ایسا لازم ہے کہ یہہ امر ف کے مفہوم مین داخل ہے چنانچہ ہمنے اسکی تائید وشہادت مین تفسیر کبیر کی عبارت نقل کر دی ہے آپکو اسمین نزاع تھی تو اسکے خلاف مین کسی کتاب نحو یا معانی یا تفسیر کی عبارت نقل کر دی ہوتی شاید آپنے اسکو دلیل سمجھا ہے جو بصفحہ ۳۵ بیان کیا ہے کہ دردزہ (جسپر آیتہ فاجاءھا المخاض مین ف وارد ہے) حاملہ ہونیکے متصل واقعہ نہین ہوا ۔ کیونکہ بشہادت انجیل لوک پوری مدت حمل کے

بعد مسیح کا تولد ہوا ہے اور تفسیر کبیر مین مدت حمل کے سات یا آٹھہ یا نو مہینے بیان ہوئی ہے اور اگر ف سے ہر جگہہ اتصال زمانی مستنبط ہوتا تو اس جگہہ ف کو نہ لایا جاتا۔

مگر اس دلیل سے ف کا انفصال باطل نہین ہوتا۔ اوّلاً اسلئے کہ جو پوری مدت حمل کا انجیل مین ذکر ہے وہ ظاہر قرآن کے مقابلہ مین اہل اسلام کے نزدیک لایق اعتبار نہین ہے، اور تفسیر کبیر مین اگرچہ روایات مدت حمل سات۔ آٹھ۔ نو مہینے کو بعض علماء سے نقل کیا ہے مگر مصنف کے نزدیک مختار و مرجح مدت حمل ایکساعت ہی چنانچہ بصفحہ (۵۸) تفسیر کبیر سے منقول ہوچکا ہے

ثانیاً اسلئے کہ اگر مدت حمل نو مہینے ہی مان لئے جاوین تو بہی دروزہ کا حمل کے متصل واقع ہونا باطل نہین ہوتا۔ اتصال کے یہ معنی نہین ہین کہ دو امر متصل مین مطلق تاخیر و تراخی نہ ہو بلکہ اسکے معنی یہ ہین کہ ان دونون مین کسی امر اجنبی کا حلول و تخلل نہ ہو پس اگر نو مہینے چہوڑ نو برس بہی حمل رہتا اور پہر دردزہ واقع ہوتا تو بہی کہا جاتا کہ دردزہ حمل کے متصل واقع ہوا ہے۔ مگر اس بات کے سمجہنے کو یوروپین ذہن و معلومات کافی نہین ہے۔ مشرقی علوم و خیال سے مناسبت ضروری ہے سو یہان کہان ـ

اور جو ارشاد ہوا کہ جسوقت یہ بشارت ہوئی تہی اُسوقت مریم کی یوسف سے منگنی بہی نہوئی تہی یہ محض مغالطہ ہی جسکا بیان بصفحہ (۱۴) ہوچکا ہے ایسا ہی آپکا یہ کہنا کہ وہ بشارت خواب مین ہوئی تہی مغالطہ ہے لفظ رویا یا خواب اس موقعہ پر نہ قرآن مین ہے نہ انجیل مین ہان یوسف کے پاس فرشتہ کا خواب مین ظاہر ہوکر حمل کی خبر دینا مذکور ہے اس سے یہ ثابت نہین ہوتا کہ مریم کے پاس بہی وہ خواب ہی مین آیا ہو +

ایسا ہی آپکا یہ کہنا کہ اسوقت کے قول مریم سے کہ مجہے کسی بشر نے مس نہین کیا یہ لازم نہین آتا کہ اسکے بعد بہی یہ امر واقع نہین ہوا مغالطہ ہے اگرچہ صرف اس قول مریم سے یہ امر لازم نہین آتا مگر اسکے بعد مس بشر کے وقوع کو ذکر نہ کرنے اور اس سے ساکت رہنے سے تو یقیناً لازم

ہے کہ اسکے بعد ہی یوسف نے مریم کو مس نہین کیا اگر پہلے کر مس واقع ہوتا تو اس موقعہ بیان پر ضرور اسکو ذکر کیا جاتا اور جبکہ باوجود ضرورت بیان اس سے سکوت ہوا ہی تو بحکم السکوت فی معرض البیان بیان مس بشر کا واقعہ نہونا عین بیان و منطوق قرآن ٹھہرا۔ اسکی مثال یہ ہی کہ زید کہتا ہے مینے چوری نہین کی عمرو اسکی شہادت دیتا ہے کہ ہان زید نے چوری نہین کی اور اس سے زیادہ عمرو نے کوئی بات نہین کہی۔ اس شہادت عمرو سے ہر کسیکو (جو عمرو کو سچا اور عاقل سمجھتا ہے) یقین حاصل ہوتا ہے کہ زید چوری سے بری ہے۔ اسمین اگر کوئی تجویز کرے کہ اس شہادت سے فلان تاریخ تک زید کا چوری نہ کرنا مراد ہے۔ اور اسی تاریخ کی نظر سے عمرو نے یہ شہادت دی ہی اس سے ہمیشہ کے لئے چوری نہ کرنا لازم نہین آتا تو اسکی یہ تجویز عمرو کی بے دیانتی یا حماقت کی مثبت ہے اور اس امر کی متضمن ہے کہ عمرو نے صرف اس تاریخ تک زید کے چوری نہ کرنے کو شہادت مین پیش کر دیا ہے اور جو اس تاریخ سے پیچھے اس سے چوری واقع ہوئی ہتی اسکے بیان سے باوجود ضرورت سکوت اختیار کیا ہے [illegible]

ایسا ہی بعینہ امر متنازعہ فیہ کا حال ہے۔ عیسائیون کا انجیل لوک وہتی مین یہ دعوی تھا کہ جب فرشتہ نے مریم کو فرزند کا مژدہ دیا تو مریم نے تعجب کر کے کہا کہ میرے بیٹا کیونکر ہوگا مینے مرد کو نہین جانا فرشتہ نے جواب مین کہا کہ یہ خدا کے آگے ناممکن نہین ہے اور قبل ہمبستر ہونے شوہر کے اسکو حمل ہوگیا۔ خدا تعالی نے اس دعوی کی پوری شہادت دی۔ اور اس بیان انجیل کے لفظ بلفظ تصدیق کر دی اور باوجود عادت مخالفت اہل کتاب کے اس امر مین انکی مخالفت نہین کی۔ نہ یہ فرمایا کہ یوسف نے مریم کو فلان وقت مس کیا اور نہ یہ فرمایا کہ حمل یوسف سے ہوا پس اس شہادت قرآن کی نسبت جناب مخاطب کا یہ کہنا کہ اسمین پہلے وقت کی حکایت ہے اور اسی وقت کی نظر سے یہ شہادت دی گئی ہے اور جو اسکے بعد یوسف نے مریم کو مس کیا تھا اسکو خدا نے قرآن مین ذکر نہین کیا بعینہ وہی تجویز ہے جو شہادت عمرو مین بیان ہوئی ہے اسمین خدا تعالی پر نافہمی و بے دیانتی کی تہمت و حرکت پائی جاتی ہی تعالی اللہ عما یقول الظالمون

علو الکبیرا

اور اگر آپ کے نزدیک یہ اسکی نظیر نہیں ہے تو آپ سے یہہ سوال ہے کہ آیۃ الم یمسسنی بشر تو

ان الہی نے زمانہ سابق کا ذکر ہے پہر ذکر مس کریگا جو زمانہ مابعد مین واقع ہولہے کون سی آیۃ میں پایا

جاتا نہیں ہے براہ مہربانی اس آیۃ سے نشان دین یا اپنی تجویز کو اس تجویز کی نظیر سمجھکر خدا تعالی پیہ

افترام واتہام نافہمی و بے دیانتی سے باز آدین ؛

دوسری بات (یعنی متصل ولادت مسیح کو اٹھا لانے) مین آپنے یہ **بحث کی** ہے کہ جملہ

مفسرین تسلیم کرتے ہین کہ یہ واقعہ ولادت کے متصل واقع نہیں ہوا اسکے بعد ہوا ہے کوئی مدت

زمانہ مابعد کے چالیس دن قرار دیتا ہے چنانچہ تفسیر ابن عباس مین ہے ابو القاسم بلخی زمانہ

عمر مراہق و قریب بلوغ قرار دیتا ہے چنانچہ تفسیر کبیر مین اُن سے منقول ہے اور ہم (خود

بدولت) باستدلال اس آیۃ قرآن کے جسمین ذکر ہے کہ مسیح نے اُسوقت اپنے تئین نبی کہا

زمانہ نبوت قرار دیا ہے [illegible]

اس بحث کا جواب یہ ہے کہ جملہ مفسرین کیطرف اس امر کا نسبت کرنا کہ وہ واقعہ متصل ولادت

واقع نہیں ہوا خلاف واقعہ ہے - ابن عباس و ابن مسعود و عمرو بن میمون وغیرہ مفسرین متاخرین سے

صاف صاف منقول ہو چکا ہے کہ اٹھالانا مسیح کا متصل ولادت واقع ہوا - ہان بعض مفسرین کا قول

ہے کہ چالیس دن نفاس کے گذر جانیکے بعد مریم مسیح کو اٹھا لائی - مگر وہ روایت ظاہر قرآن کے

مقابلہ مین لایق تسلیم نہیں ہے اور اگر اسکو مان ہی لیا جاوے تو اس سے اتصال فوت نہیں ہوتا

اسلئے کہ اتصال کا فوت ہونا تخلل و حلول امر اجنبی سے متصور ہے اور چالیس دن نفاس کے

ولادت کے ایام مین اور شرعاً ولادت سے اجنبی نہیں ہین بلکہ اسکے حکم مین اور اسکے متعلقات

سے ہین —

اور **ابو القاسم بلخی کا قول** ظاہر قرآن سے بہت بعید ہے اسلئے نہ لایق تعویل ہے نہ قابل

تاویل -

تفسیر کبیر مین جس سے آپ نے وہ قول نقل کیا ہے اُسکی نسبت کہا ہے کہ ابو القاسم کا قول بعید ہے

اما قول ابی القاسم البلخی فبعید ذلک لان الحاجۃ الی کلام عیسیٰ انما کانت عند وقوع التہمۃ علی مریم علیہا السلام

اسلئے کہ کلام مسیح کی حاجت بوقت تہمت ہم تھی یعنے پیچھے کر عمر مراہق ہونیکے وقت انکا بولنا اسوقت کی تہمت کو کیونکر اٹھا سکتا تھا

اب رہا آپ کا قول کہ وہ واقعہ زمانہ نبوت کا ہے اور زمانہ نبوت عمر دوازدہ سالہ مسیح ہے سو محض بے بنیاد ہے نہ قرآن اسکا مصدق ہے نہ انجیل - قرآن مین اسوقت صغر سنی کے سوا کوئی زمانہ نبوت مسیح کا قرار نہین دیا اور انجیل لوک باب ۲ وغیرہ مین بھی یہ پایا نہین جاتا کہ بارہ برس سے پہلے مسیح نے نبوت کا دعوی نہین کیا - غایۃ الامر یہ ہے کہ اس عمر سے پہلے انہون نے ابلاغ احکام ومباحثہ نکیا ہو - اس سے یہ ثابت نہین ہوتا کہ اُسوقت سے پہلے وہ نبی نہ تھے یا انہون نے دعوی نبوت نہین کیا - تفسیر کبیر مین عکرمہ سے نقل کیا ہے کہ مسیح کا حال صغر سنی مین یہ تھا کہ مجھے خدا نے نبی کیا ہے اس [illegible] ندہ ہوگا اگر وہ اس وقت نبی ہوتے تو شرایع واحکام بھی بیان کرتے - پھر اسکے جواب مین کہا ہے کہ جائز ہے

لم لا یجوز ان یقال مجرد بعثتہ الیہم من غیر بیان شیء من الشرایع والاحکام جائز ثم بعد البلوغ اخذ فی شرح تلک الاحکام فثبت بہذا انہ لا امتناع فی کونہ نبیاً فی ذلک الوقت وقولہ اٰتانی الکتاب یدل علی کونہ نبیاً فی ذلک الوقت فوجب اجرائہ علی ظاہرہ - تفسیر کبیر صفحہ ۴۹ جلد ۵

اسوقت صرف نبوت بلا بیان احکام ہوگئی ہو پیچھے کر بعد بلوغ مسیح کے ان احکام نبوت کا بیان ہوا ہو - اس سے ثابت ہوتا ہے کہ اسوقت مین انکا نبی ہونا محال نہین ہے اور انکا قول مجھے خدا نے نبی کیا اسوقت نبی ہونا بیان کرتا ہے پس اسکا ظاہری معنی پر حمل کرنا واجب ہے -

تیسری بات (یعنی اُسوقت مریم پر تہمت بدکاری لگائی جانی) مین آپنے یہ بحث کی ہے کہ زمانہ ولادت مسیح مین کسینے مریم پر بدکاری کی تہمت نہین لگائی بلکہ یہ تہمت تیسری صدی مین سرزد ہوئی ہے جبکہ عیسائیون نے مسیح کو خدا کا بیٹا کہنے مین زیادتی کی اور لفظ فریا آیہ لقد جئت

شیئاً فریا مین بمعنی بہتان نہین بلکہ بمعنے عجیب ہے اگر یہودی اس لفظ کو بمعنی بہتان و بدکاری بولتے تو حضرت مسیح اپنی مان مریم کی اس سے براءت کرتے۔

اس بحث کا جواب یہ ہی کہ تیسری صدی مین مریم کے متہم ہونے پر آپ نے کوئی شہادت و سند پیش نہین کی اور آپ کی روش و عادت سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ بات آپنے کسی یہودی یا نصرانی سے لی ہے اور ظاہر قرآن سے سابقاً خوب ثابت ہو چکا ہے کہ اسیوقت ولادت مین مسیح کو اٹھا لانے پر یہودیون نے یہ بات کہی تہی۔ پہر اسکی مقابلہ مین کسی یہودی یا نصرانی کی بات کوئی مسلمان کب سن سکتا ہی۔ اور لفظ فری اگرچہ بمعنی عجیب و غریب بہی مستعمل ہوتا ہے مگر اسمقام مین ایسے قرائن سے وہ مستعمل ہوا ہے کہ اسکا بمعنی بہتان و بدکاری ہونا متعین ہے اسکا ثبوت بہی مفصل و مدلل گذر چکا ہے۔

رہا آپکا یہ اعتراض کہ اگر وہ لفظ بمعنی بدکاری بولا گیا ہے تو مسیح نے اُسکے جواب مین مریم کو تہمت بدکاری سے کیون بری کیا - اسکا جواب یہ [illegible] اس طرز سے دیا ہے کہ اس سے تہمت بدکاری کا جواب بہی ادا ہوا اور اس فساد عظیم کا بہی انسداد ہوا - جو غالیان اتباع مسیح سے وقوع مین آنیوالہ تہا - آپ فرماتے ہین مین خدا کا بندہ ہون خدا نے مجہے کتاب دی اور نبی کیا اور مجہے برکت والہ بنایا اور مان کے حق مین محسن و نیکوکار کیا - جس سے مقصود یہ ہے کہ نہ مین خدا ہون نہ خدا کا فرزند مجہے بلا پدر مولود دیکہکر میرے اتباع اس ورطہ ضلالت مین نہ پڑین اور نہ مین مولود ناجائز ہون ایسا ہوتا تو ان کرامات کا مورد نہ بنایا جاتا اور نہ میری مان مرحمت و کرامت ایسی فرزند کی محل ہوتی ☩

تفسیر کبیر مین لکہا ہے اسوقت براءت مریم کی سخت حاجت تہی مگر مسیح نے اسپر تصریح نہ کی بلکہ اپنی عبودیت پر تصریح کی گویا اُسنے خدا سے تہمت ولد کا دور کرنا ازالہ تہمت والدہ سے بہتر سمجہا - اس مین والدہ کی تہمت کا

ان [ابوالا] اشتدت الحاجة الیہ فی ذلک الوقت انما ھو نفی تھمة الزنا عن مریم ثم ان عیسیٰ لم ینص علی ذلک و انما نص علی اثبات

عن الله ان لم يكن الاشتغال بذلك اولی - عبوديه نفسه كان الاشتغال بازالة التهمة عن الله اولی من ازالة التهمة عن الام - والتكلم بازالة هذه التهمة عن الله يفيد ازالة التهمة عن الام لان الله سبحانه لا يخص الفاجرة بولد فی هذه الدرجة العالية والمرتبة العظيمة واما التكلم بازالة التهمة عن الام لا يفيد ازالة التهمة

یہی ازالہ ہو گیا - اسمین اسکی والدہ کی کرامت کا اظہار ہے اور اگر وہ بدکار ہوتی تو محل مرحمت و موہبت ایسی صاحب کرامت و عالی درجت فرزند کی نہ ہوتی اور اگر وہ صرف برات والدہ مین کچہہ کلام کرتا تو اس سے تہمت خدا کا ازالہ نہ ہوتا -

چوتھی بات (یعنی مسیح کی اسی حالت صغیر سنی مین کلام کرنی) مین بہی آپ کی یہی بحث ہی کہ مسیح نے حالت صغر سنی مین کلام نہین کیا جسکا جواب بخوبی دیا گیا **علاوہ** برآن ایک بات آپنے یہ فرمائی ہے کہ معنی آیہ کیف نکلم من کان فی المھد صبیا کے بلحاظ لفظ کان جو ماضی ہے یہ ہین کہ ہم ایسے شخص سے کیونکر کلام کرین جو گہوارہ مین لڑکا تہا اس سے یہ ثابت نہین ہوتا کہ وہ اس زمانہ تکلم مین بھی گہوارہ مین لڑکا تہا - اسکا جواب یہہ ہے کہ لفظ کان اس آیت مین زاید ہے جیسے آیتہ ھل کنت الا بشرا رسولا مین کنت زاید ہے چنانچہ بیضاوی معالم کبیر وغیرہ سے نقل ہو چکا ہے اس زیادت پر دلیل دوسری آیتہ ہے جسمین ارشاد ہے کہ مسیح گہوارہ مین کلام کریگا اور نیز یکلم الناس فی المھد وکھلا (آل عمران) وہ حدیث جو صفحہ (۶۷) مین نقل ہو چکی ہے آپنے اُس آیت کو نہ سوچا اور بدست آویز لفظ کان کے زمانہ کلام سے پیشتر مسیح کا لڑکا ہونا تجویز کر دیا -

یہہ آپ کی **مباحث** اور اُن کے **جوابات** ہین جن سے بخوبی ثابت ہوا کہ جو آپنے تسلیم وجود و مبنی و منشاء دعوی فریقین پر نکتہ چینی کی ہے وہ محض خیالات و مجرد احتمالات مقابل ظاہر آیات ہین - اور ظاہر قرآن سے بخوبی ثابت ہو کہ خدا نے دعوی فریقین کے مبنی و منشاء کو قرآن مین مان لیا اور یہہ تسلیم کر لیا ہے کہ مسیح بغیر باپ کے پیدا ہوا ہے پہر اسکی لازمہ و نتیجہ کو جو فریقین نے اس سے نکالا تہا (کہ وہ خدا یا فرزند خدا ہین یا سولو دنا جایز) باطل و رد کر دیا -

+ ان کرامتون کی تفصیل (دربرات مریم) پر انکی شہادت کا بیان بضمن ثبوت تیسری بات کے بصفحہ (۶۵) گذرا - حاشیہ

اور اگر جناب مخاطب اس امر کو باوجود اس کامل ثبوت کے نہ مانین اور مکابرانہ چال اختیار کرکے
فرماوین کہ خدا تعالی نے وجوہ مبنی دعاوی فریقین کو قرآن مین تسلیم نہین کیا تو پہر مقام ادعاء
واستدلال سے اتر کر آپ سے یہہ سوال ہے کہ خدا نے وجوہ مبنی دعاوی فریقین کو قرآن مین تسلیم
نہین کیا تو پہر کیا اسکو رد کیا یا رد و تسلیم دونون سے سکوت فرمایا۔؟

شق اول کو اختیار فرماوین تو قرآن مجید سے اس آیۃ کا نشان دین جسمین خدا تعالی نے وجوہ منشا
دعاوی فریقین کو رد کیا اور یہہ فرمایا ہے کہ مسیح بلا پدر پیدا نہین ہوا بلکہ وہ یوسف کا بیٹا ہے
اور اگر شق ثانی کو اختیار کرین تو آپ پر یہہ اعتراض (جسکا جواب آپ سے قیامت تک ادا
نہ ہوگا) وارد ہے کہ جس حالت مین خدا تعالی نے منشاء نزاع فریقین (جو اس مقدمہ مین بڑا
بہاری امر تنقیح طلب تہا) کے رد و تسلیم سے سکوت فرمایا ہے۔ تو پہر اس تنازع مین فیصلہ کیا
کیا؟ اور وہ فیصلہ اثر و وقعت کیا رکہتا ہے؟

ادنی جج عدالت ایسا فیصلہ نہین کرتا جسمین منشاء نزاع فریقین کی تنقیح نہین کرتا۔ ایسا کرے
تو جج کو احمق سمجہا جاتا ہے اور اسکا فیصلہ نظر ثانی کے لئے مسترد ہوتا ہے۔

پہر خدا تعالی احکم الحاکمین کے نسبت ایسے امر شنیع کا تجویز کرنا عاقل منصف انسان سے کب متصور
ہے اسکی تشریح ایک مثال سے کیجاتی ہے۔ زید نے عمرو پر چوری یا قتل عمد کا دعوی کیا
اور منشاء اس دعوی کا یہ بتایا کہ زید نے عمرو کو اپنے گہر پر رات کیوقت نقب یا قتل کے آلات لئے
ہوئے اور مال مسروق یا نعش مقتول کو اٹہائے ہوے دیکہا ہے۔ اس مقدمہ مین اگر کوئی جج
منشاء دعوی کی تحقیقات نہ کرے اور عمرو کے زید کے گہر پر معہ آلات رات کو جانے اور مال
مسروق و نعش مقتول اٹہانیکے وجود و عدم سے بحث نہ کرے اور ان افعال کے لوازم سے
بحث کرے اور یہ لکہے کہ رات کیوقت ایک بہلے آدمی کا کسیکے گہر جانا چوری کے لئے متعین
نہین ہے اور مال مسروق کے اٹہانے سے بہی یہ لازم نہین آتا کہ وہی شخص چوری کا مرتکب
ہے وبناء علیہ اسکو چوری سے بری کرے تو وہ جج احمق متصور ہوگا اور اسکا فیصلہ مسترد کیا جاویگا

اور محکمۂ اعلیٰ سے اس مقدمہ مین تحقیقات منشاء دعویٰ کا کہ عمرو زید کے گھر رات کیوقت گیا ہے یا نہین اور اُس نے مال مسروق ونعش کو اُٹھایا ہے یا نہین حکم نافذ ہوگا۔ پھر اگر ثابت ہوا کہ عمرو زید کے گھر پر گیا ہی نہین پایا گیا ہے تو معہ آلات نہین گیا تو اسی سے دعویٰ زید خارج ہوگا اور ان افعال کو تسلیم کر کے نفی لوازم سے کام نہ لیا جاویگا اور اگر عمرو کا معہ آلات جانا اور مال مسروق ونعش کو اُٹھانا ثابت ہوگا تو پھر ان افعال کے لوازم ومعانی سے بحث کرنا ضروری ہوگا یہی حال مقدمہ مسیح کا ہے یہود ونصاریٰ کا مسیح کے باب مین تنازع ہوا نصاریٰ نے انکو خدا اقرار دیا اور یہودیون نے مولود ناجائز بتایا۔ اور اس تنازع کا منشا مسیح کے بغیر باپ پیدا ہونیکا ادعا وخیال پایا گیا ہے اسمین جو خدا تعالیٰ نے فیصلہ کیا ہے اسکی نسبت یہ کہنا کہ خدا نے منشاء نزاع فریقین کے وجود وعدم سے تعرض نہین کیا صرف نفی لوازم سے کام لیا ہو وبناءً علیہ یہ فیصلہ کیا ہے کہ مسیح کے بغیر باپ پیدا ہونے سے اسکا خدا یا مولود ناجائز ہونا لازم نہین آتا۔ خدا تعالیٰ کو اس نادان جج کا ہمسر بنانا اور اس احکم الحاکمین پر یہ الزام لگانا ہے کہ اُس نے مبنی ومنشاء نزاع فریقین کو نہین سمجھا یا دیدہ ودانستہ اسکی تحقیق وتنقیح سے اغماض کر کے خلاف عقل فیصلہ کیا ہے۔ اور یہ امر جناب احکم الحاکمین کی نسبت کمال جرات ونہایت بے ادبی ہے لاجرم اعتراف اس امر کا کہ خدا تعالیٰ نے اس فیصلہ مین منشاء نزاع فریقین کو رد یا تسلیم کر کے اس نزاع کا فیصلہ کیا ہے لازم وواجب ہے۔ پس ہمنے تو بشہادت ظاہر قرآن ثابت کر دکھایا ہے کہ خدا تعالیٰ نے وجود منشاء نزاع فریقین کو تسلیم کر کے نفی لوازم سے کام لیا ہے اور یہ کہدیا ہے کہ بیشک مسیح آدم کیطرح بغیر باپ پیدا ہوا ہے اور وہ صرف مریم کا بیٹا ہے مگر اس سے اسکا خدا یا مولود ناجائز ہونا ثابت نہین ہو سکتا یہ ہو تو چاہیئے کہ آدم کو بھی خدا یا مولود ناجائز کہا جاوے مگر اسکا کوئی فریقین سے قایل نہین ہے۔ آپ کے نزدیک اگر یہ امر غلط ہو اور خدا تعالیٰ نے وجود منشاء نزاع کو قرائن پر رکھ دیا ہے تو آپ اس آیۃ قرآن کا جسمین مسیح کے بلا پدر پیدا ہونیکو رد کر دیا اور یوسف کو مسیح کا باپ قرار دیا ہے نشان دین *

آپ کی کلام سے معلوم ہوتا ہے کہ نہ آپکو منشا نزاع فریقین کے قرآن مین رد ہونے کا ادعا ہے نہ مسلّم ہونیکا اعتراف بلکہ آپکے خیال مین خداتعالی نے اس رد و تسلیم سے سکوت کیا ہے اور بطور فرض محال اسکو فرض کر کے اسکی لازمہ و نتیجہ کو باطل کیا ہے چنانچہ بجواب روایت وفد نجران کے جو بصفحہ (۶۹) منقول ہوئی آپ نے فرمایا ہے کہ اگر یہہ روایت صحیح مانی جاوے تو اس سے یہہ لازم نہین آتا کہ آنحضرت نے حضرت عیسی کا بن باپ پیدا ہونا تسلیم کر لیا ہو کیونکہ یہہ دلیل بطور دلیل الزامی کی ہے۔ دلیل الزامی مین اس سے بحث نہین ہوتی کہ جو مقدمہ مخالف نے قایم کیا ہے وہ صحیح ہے یا غلط بلکہ اسکے مقابلہ مین ایک اور مقدمہ مسلمہ پیش کیا جاتا ہے جس سے مخالف کی دلیل باطل ہوتی ہے۔ پس اس مقام پر دلیل الزامی اسطرح پر قایم ہوتی ہے کہ اگر بالفرض ہم بوجہہ بن باپ پیدا ہونیکے تا آخر عبارت جو حاشیہ صفحہ (۶۸) مین گذری ہے۔ مگر یہ خیال کرنا خداتعالے کو اُسی نادان جم کا ہمسر بنانا ہے اور اس اعتراض کا مورد ٹھہرانا کہ جس حالت مین خدا کے نزدیک اور نفس الامر مین بن باپ پیدا نہ ہوا تھا تو خداتعالے نے ایک امر غیر مسلم (اسکا بلا باپ پیدا ہونا) کیون فرض کر لیا پہر بفرض اسکے وجود کے نفی لوازم و ابطال نتیجہ کے کیون در پے ہوا۔ یہی کیون نہ کہدیا کہ مسیح تو یوسف کا بیٹا ہے اسکو بلا پدر صرف مان کا بیٹا کیون کہا جاتا ہے، اور اس سے اسکا خدا یا مولود ناجایز ہونا کیون نکالا جاتا ہے۔ اس صورت مین صرف ایک اس لفظ کے کہنے سے (کہ یہہ تو یوسف کا بیٹا ہے) دونون فریق کا دعوی باطل ہو جاتا اور مثل یک گزو دو فاختہ کا مضمون جلوہ دکہاتا۔ اور اگر بطور تنزل دلیل الزامی کا قایم کرنا منظور تہا تو بہی اولاً دلیل تحقیقی کو قایم کر لیا ہوتا پہر اسکی تائید و متابعت مین دلیل الزامی کو پیش کر دیا ہوتا اور یون کہا جاتا کہ اولاً تو تمہارا خیال کہ مسیح بلا پدر پیدا ہوا ہے محض غلط ہے اور مسیح یوسف نجار کے تخم سے پیدا ہوا ہے ثانیاً اگر بطور فرض محال اسکو فرض بہی کیا جاوے تو اس سے دعاوی فریقین کا ثابت ہونا ممکن نہین ہے۔

اصلی و تحقیقی بات سہ (کہ مسیح بلا پدر پیدا نہین ہوا یوسف کے تخم سے پیدا ہوا ہے) تو عن کہنا

اور برخلاف واقعہ مسیح کا بلا پدر پیدا ہونا فرض کر کے اسکے لازمہ ونتیجہ کو باطل کرنا اُسی نادان ججّ کا ساکام ہے۔ اور الٹی ناک بتانا اور سیدہی راہ چھوڑ کر ٹیڑہی راہ اختیار کرنا اسیکا نام ہے

ہم جناب مخاطب سے قسم دیکر پوچھتے ہین کہ خدا کے نزدیک مسیح کا بلا باپ پیدا ہونا مسلم نہ تہا۔ تو اس صورت مین ابطال خیال یہود ونصاری کے لئے یہہ کلمہ کہدینا کہ وہ یوسف کا بیٹا ہی سہل وآسان ومختصر مقتضاے فصاحت وبلاغت قرآن تہا یا اسکو بطور فرض محال ماکر اسکے لوازم و نتائج کو باطل کرنا۔ غور وانصاف کو کام مین لاوینگے تو اسی مختصر کلمہ کہدینے کو سہل وآسان ومقتضاے فصاحت وبلاغت قرآن فرمائینگے۔ بناءً علیہ اگر خدا کے نزدیک مسیح بلا باپ پیدا نہ ہوا تہا تو خدا تعالی کو (جو فصاحت وبلاغت قرآن مین مدعی اعجاز ہے) اس موقع پر مسیح کو یوسف کا بیٹا لکھنا واجب تہا جس سے بکلمہ واحد یہود ونصاری دونون کا خیال باطل ہوجاتا اور بحسب رواج وعادت یہود ونصاری ان کو ابن مریم کہنا جائز نہ تھا۔

بالجملہ [illegible] ظاہر [illegible] مسیح کا بغیر باپ پیدا ہونا ثابت ہے اور الفاظ وسیاق قرآن کی اسپر شہادت موجود ہے۔ اور جو اسمین جناب مخاطب نے نکتہ چینیان اور بحثین کی ہین وہ سب مدفوع ہین اور اگر کوئی پہر بھی اس امر کو نمانے تو قرآن مین مسیح کے بلا پدر پیدا ہونے کو رد نکرنا اور مسیح کو کسی باپ کا بیٹا نہ کہنا تو ہر کسیکو ماننا پڑتا ہے اور یہہ عین مسیح کے بلا پدر پیدا ہونے کی تسلیم ہے ؛

اس سے ثابت ہوا کہ استدلال اہل اسلام ظاہر قرآن سے بجمیع اجزا بلا مزاحمت صحیح وقائم ہے اور مسیح کا بلا پدر پیدا ہونا قرآن سے بخوبی ثابت ہے۔ آیندہ توفیق فہم منجانب ؛

جناب مخاطب نے قرآن کے اور الفاظ (جنسے مسیح کا بلا پدر پیدا ہونا ثابت ہوتا ہے) سے بہی بحث کی ہے مگر چونکہ ہمنے ان الفاظ سے استدلال نہین کیا۔ اسلئے ان ابحاث مخاطب کا نقل کرنا پہر ان کا جواب دینا ہمنے ضروری نہین سمجہا۔ ناظرین ان ابحاث کو ان ہی ابحاث اربعہ پر جنکا ہمنے جواب دیا ہے قیاس فرماوین ؛

خاتمہ مضمون التفرقہ بین الاسلام والزندقہ

بیان حقیقت اصل نجم

(یعنی ایمان بعث بعد الموت)

مرنیکے بعد اٹھنے کی نسبت مسلمانون کا یہہ اعتقاد ہے کہ مُردے جسمون کے ساتھہ اٹھائے جاوینگے جیسے پہلی دنیا مین آئے ہین۔ پہران ہی اجسام کے ساتھہ نیک و بد کی جزا و سزا بہشت و دوزخ مین پاوینگے۔ اور بہشت و دوزخ مین جسمانی نعیم و آلام ہون گے۔ یہہ اعتقاد بھی مسلمانون کو خدا و رسول نے سکھایا ہے اور قرآن و حدیث مین بہ تفصیل و تشریح آچکا ہے ؛

سورہ انبیا مین ارشاد ہوا ہے جیسے ہمنے مخلوق کو پہلی دفعہ بنایا ہے ایسا ہی دوبارہ پیدا کرین گے۔

کما بدانا اول خلق نعیدہ (انبیاء ۷)

اور سورہ بنی اسرائیل مین ارشاد ہوا ہے منکر کہتے ہین جب ہم ہڈیاں اور بوسیدہ ہوجاوینگے [illegible] ہم [illegible] جاوینگے تو کہدے تم پتھر یا لوہا یا اس سے بہی کوئی زیادہ سخت چیز ہوجاؤ (یعنی پھر بہی خدا تمکو زندہ کریگا) کہتے ہین ہمین کون دوبارہ پیدا کریگا۔ تو کہدے وہ جس نے پہلی دفعہ بنایا ؛

وقالوا اذا کنا عظاما ورفاتا ءانا لمبعوثون خلقا جدیدا قل کونوا حجارة او حدیدا او خلقا مما یکبر فی صدورکم فسیقولون من یعیدنا قل الذی فطرکم اول مرة ۔ (بنی اسرائیل ۵۶)

اور سورہ یٰسین مین ارشاد ہے۔ کہتے ہین کون ہڈیون کو زندہ کرے گا جب وہ بوسیدہ ہوجاوین گی۔ تو کہدے جس نے انکو پہلے پیدا کیا وہ زندہ کریگا ؛

قال من یحیی العظام وھی رمیم قل یحییھا الذی انشاھا اول مرة (یٰسین ۵۶)

اس مضمون کی آیتین قرآن مین نہایت کثرت سے موجود ہین۔ اور وہ اس صراحت و وضاحت کے ساتھہ حشر جسمانی کے مثبت ہین کہ انمین کسیکو انکار و تاویل کی گنجایش نہین ہے اسی نظر سے علماء اسلام نے بالاتفاق حشر جسمانی سے انکار و تاویل کو کفر ٹہرایا ہے چنانچہ نمبر ۲ جلد ۲

ہین بصفحہ ۹۰ اور نمبر ۶ و ۷ و ۸ و ۹ جلد ۳ مین اسکی تفصیل بخوبی ہو چکی ہے -
ایسا ہی نعماء و آلام بہشت کے جسمانی ہونیکی تفصیل و دلیل نمبر ۵ جلد ۳ مین ہو چکی ہے
یہ اہل اسلام کے اعتقاد مین اصول ایمان کے حقایق ہین - ان حقایق کا ناظرین اُن
حقایق سے جو آنریبل صاحب نے بیان کئے ہین موازنہ کرین - پھر انصاف سے داد دین کہ آپ
مسایل اسلام کے حقایق بیان کر رہے ہین یا اُن کی بیخ کنی کر رہے ہین تسپر یہ دعوی
کہ اُمام غزالی تو بحث حشر اجسام و حسی نعیم و آلام سے طالبین متر ددین کو منع کرتے ہین
اور ہم اُنکے سامنے حشر و نعیم کے حقایق بیان کر کے اُن کے تردد کو ہٹاتے اور انکو اسلام
کیطرف بلاتے ہین" آپ کے مونہہ سے کب زیب دیتا ہے -

نمبر ۷ جلد ۳ صفحہ ۲۲۶ سے یہانتک امام غزالی کے اس قول کی کہ مُؤل اصول مہمہ اسلام
کافر ہے تفصیل و تائید ہے اب بقیہ اقوال امام غزالی کی تشریح و تائید قلم مین آتی ہے -
اسکے بعد امام صاحب نے [illegible] سے کفر ثابت ہوتا ہے اور جن سے

اعلم ان شرح ما يكفر به وما لا يكفر
به يستدعي تفصيلا طويلا يفتقر فيه
الى ذكر كل المقالات والمذاهب وذكر شبهة
كل واحد ودليله ووجه بعده عن الظاهر
ووجه تاويله فذلك لا يحويه مجلدات
وليس يتسع لشرح ذلك اوقاتي فاقنع
الآن بوصية وقانون اما الوصية
فان تكف لسانك عن اهل القبلة ما
امكنك ما داموا قائلين لا اله الا الله
محمد رسول الله غير مناقضين لها

نہین ہوتا اُسکی شرح ایسی تفصیل و تطویل چاہتی
ہے کہ ہمین ہر ایک قول و مذہب کو ذکر کرنا پڑتا ہے
جسپر کئی جلدین حاوی نہین ہو سکتی اور نہ ہمارے
اوقات مین اسکی شرح کی گنجایش ہے اِسلئے
اب تو اس باب مین ایک وصیت اور ایک قانون
پر قناعت کر لی وصیت تو یہ کہ تو اہل قبلہ
سے اپنی زبان کو روک جبتک وہ لا الہ الا اللہ
محمد رسول اللہ کہین اور اسکی مخالفت نکرین
مخالفت کی صورت یہہ ہے کہ وہ رسول اللہ کا کسی عذر
سے یا بلا عذر جھوٹ بولنا تجویز کرین (جیسے منکرین

والمناقضة تجويزهم الكذب على
رسول الله بعذر او بغير عذر فان
التكفير فيه خطر والسكوت لا خطر
فيه - واما القانون فهو ان يعلم
ان النظريات قسمان قسم يتعلق باصول
العقايد وقسم يتعلق بالفروع واصول
الايمان ثلثة الايمان بالله تعالى وبالرسول
واليوم الآخر وما عداه فروع -
واعلم انه لا تكفير في الفروع اصلا لكن في بعضها
تخطية كما في الفقهيات وفي بعضها تبديع
كالخطاء المتعلق [illegible]
اعلم ان الخطاء في اصول الامامة و
تعينها وشروطها وما يتعلق بها لا يوجب
شيء منها التكفير فقد انكر ابن كيسان اصل
وجوب الامامة ولا يلزم تكفيره ولا يلتفت
الى قوم يعظمون امر الامامة ويجعلون الايمان
بالامامة مقرونا بالله ورسوله ولا الى
خصومهم المكفرين لهم بمجرد مذهبهم
في الامامة فكل ذلك اسراف اذ ليس في واحد
من القولين تكذيب الرسول اصلا ومهما وجد
التكذيب وجب التكفير وان كان في الفروع

حشر ونعیم والام جسمانی کہے ہین کہ حشر جسمانی ونعیم
والام حسی کا حقیقت مین تو وجود نہین ہے مگر چونکہ
اسکے بیان مین عوام کی اصلاح وہدایت متصور ہے
اسلئے پیغمبر نے بحکم دروغ مصلحت آمیز بہ اسکو بیان
کردیا) جو لوگ ایسے نہ ہون انکی تکفیر مین اندیشہ گناہ ہے
اور سکوت مین کوئی اندیشہ نہین ہے - قانون تکفیر یہہ
ہے کہ جن باتون مین فکر ونظر کیجاتی ہے دو قسم ہین
ایک قسم متعلق اصول ایمان قسم دوم متعلق فروع
اصول ایمان تین ہین (۱) خدا پر ایمان (۲) رسول
پر ایمان (۳) پچھلے دن پر ایمان (جنکو دوسرے محاورہ
[illegible] جاتا ہے) انکے سوا
اور جو عقاید کی باتین ہین وہ ان اصول کے فروع
یعنی شاخین ہین - پس جان لے کہ مسایل فروع
مین تو ہرگز تکفیر نہین ہے ہان بعض مسایل مین (جیسے
فقہی مسایل ہین) نسبت بہ خطا اور بعض مین نسبت
بسوئے بدعت جیسے خطا متعلق مسئلہ امامت و حالات
صحابہ ہے - یہہ جان رکھہ کہ اصول امامت اور اسکی
تقرری شروط و متعلقات مین خطا موجب تکفیر نہین
ہے دیکھو ابن کیسان نے اصل وجوب امامت کو نہین مانا
اور اسکی تکفیر لازم نہین ہے اور اسباب مین وہ لوگ قابل
التفات نہین ہین جو اس امر کو بڑھاتے ہین اور اس

فلو قال قائل البیت الذی بمکة لیس
هو الکعبة الذی امر الله تعالی بحجها
فهذا کفر اذ ثبت تواترا عن
رسول الله صلعم خلافه فلو انکر
شهادة الرسول لذلک البیت بانه
الکعبة لم ینفعه انکاره بل نعلم قطعا
بانه معاند فی انکاره الا ان یکون
قریب عهد بالاسلام ولم یتواتر
عنده ذلک وکذلک من نسب ام المؤمنین
عائشة رضی الله عنها الی الفاحشة
وقد نزل القرآن ببرائتها فهو کافر لان
هذا وامثاله لا یمکن الا بالتکذیب فهذا
حکم الفروع واما الاصول الثلثة
فکل ما لم یحتمل التاویل فی نفسه و
تواتر نقله فلا یتصور ان یقوم برهان
علی خلافه فمخالفته تکذیب محض و
مثاله ما ذکرنا من حشر الاجساد
واحاطة علم الله تعالی بتفاصیل
الامور - وما یتطرق الیه احتمال
تاویل ولو بالمجاز البعید فینظر فیه
الی البرهان فان کان قاطعا وجب القول به

اینما امامت کو ایمان خدا اور رسول کے ساتھ ملاتے ہین
اور انکے مقابل بھی قابل التفات نہین جو انکو اس مذہب کے
سبب کافر بناتے ہین - دونون جانب مین بیہودگی ہے ان دونون
قولون مین کسی جانب تکذیب رسول نہین پائی جاتی - اور جہان
تکذیب رسول پائی جاویگی وہان تکفیر ثابت ہوگی اگرچہ فروعات
مین ہو جیسے کوئی کعبہ کی نسبت کہے کہ جو گھر مکہ مین ہے
یہہ وہ کعبہ نہین ہے جسکے حج کا خدا نے حکم دیا ہے یہہ کہنا کفر
ہے اسلئے کہ آنحضرت سے اس گھر کا کعبہ ہونا متواتر ثابت ہے
پس جب وہ آنحضرت کی شہادت کعبہ کی نسبت نہین مانتا
تو یہہ اسکا انکار کارآمد نہین ہے بلکہ یقینا معلوم ہے کہ یہہ شخص
ایسے انکار مین عمدا خلاف حق کرتا ہے ہان جو نیا مسلمان
ہو اور اسکو کعبہ کا حال معلوم نہو وہ اس حکم سے بری ہے
ایسا ہی وہ شخص جو عایشہ صدیقہ پر بہتان لگاوے (حالانکہ
قرآن نے انکو بری کردیا ہے) کافر ہے یہہ امر بھی بدون
تکذیب ممکن نہین ہے - یہہ تو فروع کا حکم ہے - اب ہم مسائل
اصول سو انمین جو محتمل تاویل نہین اور بہ نقل متواتر ثابت
ہین انکے خلاف پر دلیل کا قایم ہونا ممکن نہین پس انکی مخالفت
محض تکذیب ہے اسکی مثال حشر اجسام و علم الٰہی متعلق جزئیات
ہے جنکی قول کا کفر سابقا مذکور ہوچکا ہے اور جو محتمل تاویل ہین
بطور مجاز بعید کیون نہون انکی دلیل تاویل کو دیکھنا چاہئے
اگر وہ دلیل قطعی ہے تو تاویل کا قائل ہونا واجب ہے و لیکن

لکن لو کان فی اظہارہ مع العوام ضرر لقصور فہمہم فاظہارہ بدعۃ وان لم یکن البرہان قاطعا ولکن مفید اظنا غالبا وکان مع ذالک لا یعظم ضررہ فی الدین کنفی المعتزلۃ الرویۃ عن الباری تعالی فہذہ بدعۃ ولیس بکفر فی الدین واما ما یظہر لہ ضرر

ولیکن اگر اظہار تاویل مین عوام کا قصور فہم کے سبب ضرر ہے تو اسکا اظہار بدعت ہی اور اگر وہ دلیل تاویل قطعی نہین ہے مفید ظن غالب ہی و مع ذلک اس تاویل کا دین مین ضرر سخت نہین ہی جیسے معتزلہ کا رویت باری کو (بتاویل) نفی کرنا تو یہہ تاویل بدعت ہی کفر نہین اور جس کا ضرر ظاہر ہو وہ محل نظر و اجتہاد ہی محتمل ہے کہ اس سے کفر ثابت ہو یا نہو۔

اس بات کی تشریح امام صاحب نے بعض تمثیلات سے کی ہے پھر کہا ہے یہان ایک اور قاعدہ پر

فلا بد من التنبیہ لقاعدۃ اخری وھی ان المخالف قد یخالف نصا متواترا ویزعم انہ [illegible] ولا انقداح لہ اصلا فی اللسان لا علی قرب ولا علی بعد فذلک کفر وصاحبہ مکذب وان زعم انہ مؤول

متنبہ کرنا ضروری ہے کہ کبھی مخالف نص متواتر سے مخالفۃ کرتا ہے اور یہہ سمجھتا ہی کہ وہ تاویل کرتا ہی ولیکن اسکی تاویل [illegible] ظاہر نہین ہوتی ایسی مخالفۃ نص بھی کفر ہے اور اسکا مرتکب مکذب ہی اگرچہ وہ اپنی زعم مین موّول ہے۔

اِس قول پر مخاطب نے چھہ ۶ اعتراض کئے ہین جنمین ایک اعتراض نیا ہی باقی پانچ وہی پرانے اعتراض ہین جنکے جوابات ہم دے چکے ہین۔ پھر اُن پانچ اعتراضون مین سے پہلے چار اعتراضون کی بنا، اسی ایک بات پر ہے کہ تاویل و تکفیر کے باب مین عندیہ و خیال موّول کا لحاظ ضروری ہے کہ آیا وہ بزعم خود اپنی تاویل مین منکر و مکذب نبی ہے یا نہین جسکو ہم بتفصیل باطل کر چکے ہین گویا یہہ اعتراضات اعادہ اعتراضات سابقہ ہین اور تطویل بلاطائل و تحصیل حاصل۔

اوّلاً آپ یہہ تمہید فرماتے ہین کہ زمانہ امام غزالی سے آجتک لوگون پر یہ آفت چھائی ہوئی ہی کہ لوگون کے اقوال لیکر اُن کا مطلب از خود قرار دیکر اسپر تکفیر کو قرار دیتے ہین اور حقیقت مین کسی قول پر گو وہ کیسا ہی صریح ہو جب تک کہ اُسکا قایل خود کفر و تکذیب رسول کا مدعی نہو فتوی کفر

نہین دیا جا سکتا +

پھر اسپر چار اعتراض متفرع کرتے ہین (۱) جو شخص کہتا ہے کہ خانہ کعبہ جو مکہ مین ہے وہ کعبہ نہین ہے جسکے حج کا قرآن مین حکم ہے اگر وہ اپنے قول کا مطلب یہہ بیان کرے کہ جو خانہ کعبہ آنحضرت کے وقت میں تہا وہ نہین رہا عبداللہ بن زبیر کے وقت مین جل گیا جب ابن الزبیر نے بنایا حجاج نے اسکو ڈہایا۔ اب یہ خانہ کعبہ وہ نہین ہے اسکے قول سے انکار یا تکذیب رسول کیونکر لازم آتی ہے جسپر امام صاحب نے بنا تکفیر قایم کی ہے +

(۲) جو عایشہ صدیقہ پر بھتان لگاتا ہے اگر وہ آیات قرآن (جو عایشہ کی براۃ مین نازل ہوئی ہین) کی نسبت یہ لکھے کہ یہہ حضرت عایشہ کے حقین نازل نہین ہوئی تو اسپر الزام انکار قرآن کیونکر عاید ہو سکتا ہے +

(۳) جو حشر اجسام و جنت و نار و علم خداوندی متعلق جزئیات کی نسبت امام صاحب نے فرمایا ہے کہ یہہ امور نص متواتر سے ثابت ہین [illegible] ممکن نہین ہے اسلئے انکا موؔل کافر ہے یہ امام صاحب کے نزدیک مسلم ہوگا اور ممکن ہے کہ موؔل کے نزدیک ایسا نہو یعنی یہہ امور نص متواتر سے ثابت نہ ہون

(۴) جو امام صاحب نے فرمایا ہے کہ اگر دلیل تاویل قطعی ہو تو اسکو ماننا چاہئے اسمین یہہ بیان نہین فرمایا کہ کس کے نزدیک یعنی ممکن ہے کہ موؔل کے نزدیک ہر دلیل تاویل (خواہ کیسی ہو) قطعی ہو +

اعتراض پنجم۔ امام صاحب نے درصورت ضرر عوام تاویل مُدلّل بدلیل قطعی سے بھی منع کیا ہے لیکن اگر اکثر عوام ہی کے دل مین شبہات ہون تو کیا کرنا چاہئے +

اعتراض ششم۔ امام صاحب فرماتے ہین کہ جسکی تاویل لسان عرب کے موافق نہ ہو وہ مُکذّب ہے اگرچہ بزعم خود مکذب نہ ہو مگر وہ اسبات کو بھول گئے ہین کہ جو لغات عرب بطور نقل ہم تک پُہنچے ہین وہ خود ظنی ہین اور فراء و سیبویہ کی نقل سے پُہنچے ہین جسکی بحث مستوعب قاضی ابوالولید نے

ہمنے تفسیر مین نقل کی ہے۔ پس ایسے ظنی امر پر تکفیر کی بناء کیونکر ہو سکتی ہے ؀

الجواب

آپ کی تمہید اور پہلے پانچون اعتراض کا جواب تو ہم سابقاً بتفصیل تحریر کر چکے ہین اسمقام مین ان اعتراضات اور تمہید کی نقل کرنیسے مقصود صرف اس امر کا اظہار ہے کہ ان اعتراضات مین آپنے اعتراضات سابقہ کا اعادہ کیا ہے

تمہید اور پہلے چار اعتراضون کا جواب تو جلد سوم کے نمبر ۷ صفحہ (۲۱۳) اور نمبر ۸ صفحہ (۲۲۶) و ۲۳۳ مین موجود ہے جسمین صاف بیان ہے کہ منافقون اور مرتدون اور زندیقون کے فعل و قول سے باوجود انکے اعتراف کلمہ شہادت و اقامت شعار شریعت کی تکذیب و انکار نکالنا اور اسپر حکم کفر و ارتداد جاری کرنا آفت نہین ہے جسمین امام غزالی اور اُن سے پچھلے علماء مبتلا ہین بلکہ یہہ عین اسلام کی ہدایت ہے جسپر آنحضرت صلعم اور اُن کے اصحاب اور انکے اتباع سلف اُمت کی [illegible] آیات حشر اجسام وعلم باری متعلق جزئیات) گو اپنے زعم مین منکر و متأول قطعی نہ ہو اور یہ نصوص اُسکے نزدیک نصوص متواترہ نہون۔ نفس الامر مین کافر ہے اور اسباب مین اسکی زعم و خیال و اعتقاد کا لحاظ ضروری نہین ہے ؀

جواب سابق سے علاوہ اعتراض اول و دوم کا جواب یہہ بھی ہے کہ منکر کعبہ کا بنظر منہدم ہو جانے کعبہ سابق کے کعبہ حال سے انکار کرنا و بناءً علیہ حج کعبہ حال سے انکاری ہونا اسکو تکذیب رسول سے بری نہین کرتا یقیناً معلوم ہے کہ رسول نے اسی کعبہ کا (خواہ سو بار منہدم ہو کر بنا تیار ہو) حج فرض کیا ہے پھر بہانہ منہدم ہو جانے کعبہ سابق کے اس کعبہ کی حج سے انکار کرنا تکذیب رسول نہین تو کیا ہے ؟

اس انکار و تاویل کی نظیر یہہ ہے کہ کوئی فرضیت نماز سے انکار کرے اور اس نماز کی جو قرآن مین مذکور ہے یہہ تاویل کرے کہ وہ نماز اشخاص ملک عرب و زمانہ رسالت کے ساتھہ مخصوص ہے

پہر کیا یہہ شخص ایسی تاویل وانکار مین منکر قرآن ومکذب رسول نہین ہے - اسکے نظایر اور بہت ہین جو نمبر ۷ جلد ۳ مین بصفحہ ۱۹۷ مذکور ہین - ایسا ہی جو شخص حضرت عایشہ پر وہ تہمت جس سے انکو خدا ورسول نے بری کیا ہے) لگاوے اور آیات قرآن (جنکا حضرت عایشہ کی براءت مین نازل ہونا بشہادت رسول ثابت ہے) اُن کے حق مین نازل ہونا نمانے مکذب رسول نہین تو کون ہے -

اور اگر کہو کہ یہہ شہادت آنحضرت کے تواتر سے ثابت نہین ہے تو اسکا جواب یہ ہے کہ لفظی نہ سہی معنوی تواتر تو اسمین موجود ہے آنحضرت کے وقت سے اِسوقت تک ہر عصر وقرن مین حضرت عایشہ کا بشہادت رسول اِن آیات براءت کا مورد ہونا متوارث چلا آیا ہے جیسے ہیئت مخصوصہ نماز کا مصداق لفظ نماز ہونا -

اعتراض پنجم کا جواب نمبر ۷ جلد ۳ صفحہ ۲۱۷ مین موجود ہے جسکا حاصل یہہ ہے کہ امام صاحب نے اُن لوگون کو جنکو شکوک وشبہات پیش آتے ہین بحث وتاویل سے منع نہین کیا بلکہ اُن لوگون کو منع کیا ہے جو اِس بلا سے محفوظ ہین - اِس تخصیص پر دلیل اُنکا وہ صاف وصریح قول ہے جو آخر رسالہ تفرقہ مین اُنہون نے کہا ہے اور وہ سابقاً منقول نہین ہوا - آپ فرماتے ہین اگر ہم مداہنۃ کو چھوڑ دین اور بلا جانب داری حق کہین تو یہ ہے کہ علم کلام مین (جو بحث وتاویل کی جڑ ہے) خوض کرنا حرام ہے کیونکہ اِس سے بہت آفتین پیدا ہوتی ہین - ولیکن دو شخصون کے لئے جائز ہے - ایک وہ جسکو خود شبہ پیدا ہو گیا ہو جو بدون علم کلام زائل نہ ہو سکے اسکو رفع شبہ کے لئے اسکا استعمال بقدر ضرورت جائز ہے -

دوسرا وہ جو خود کامل العقل ہے اور دین مین ثابت

واذا ترکنا المداهنة ومراقبة الجوانب صرحنا بان الخوض فی الکلام حرام لکثرة آفاته الا لاحد الشخصین احدهما رجل وقعت له شبهة لیست تزول بکلام مرتب وعظی ولا بحدیث نقلی فیجوزان یکون القول المرتب الکلامی رافعا لشبهة ودواء لمرضه فاستعمله

واشتغاله بهذا العلم يحرس عنه السمع الصحيح الذي ليس فيه ذلك المرض فانه يوشك ان يحرك في نفسه اشكالا والثاني شخص كامل العقل راسخ القدم في الدين يريد ان يحصل هذه الصنعة ليداوي به مريضا اذا وقعت له شبهة ويفحم به مبتدعا اذا نبغ فتعلم هذا الغرض من فروض الكفايات وتعلم قدر ما يزيل الشك في حق المتشكك فرض عين اذا لم يمكن اعادة عقده الجازم

قدم وہ اس کلام کے ذریعہ سے اور لوگون کی شبہات مٹانے اور اہلبدعت کے ملزم کرنیکا قصد رکھتا ہے اسکو اس غرض کے لئے یہ علم سیکھنا فرض کفایہ ہے اور پہلے شخص کے لئے فرض عین اگر اسکے سوا اسکے اعتقاد یقینی کا پھیر آنا ممکن نہو ۔

اعتراض ششم کا جواب یہہ ہے کہ اگرچہ شاذ و نادر لغات ہم تک بواسطہ فراء و سیبویہ کے بطور نقل احاد پہنچے ہین مگر لغات مشہورہ جنکی معانی ہین کسیکا اختلاف نہین ہم تک بطریق شہرت و تواتر پہنچے ہین جنکو ہم بدو شعور سے آخر عمر تک کس و ناکس سے سنتے چلے آتے ہین اور اسمین وساطت سیبویہ و فراء کا دخل نہین پاتے بلکہ اکثر خلایق نے ان کے نام ہی نہین سُنے ۔ لفظ ما اور اسکے معنی پانی لفظ ارض او[illegible] اور اسکے معنی باغ و امثال ذلک اسی قسم سے ہین جو ہر ایک ملک اور ہر ایک زبان مین بطور تواتر چلے آتے ہین پھر نقل سیبویہ و فراء کو انکا مدار ٹہرانا اور انکو ظنی بتانا کیا معنی رکھتا ہے اور جو اسمین بنظر دلالت و استعمال آپنے قاضی ابو الولید کا کلام شرح مواقف سے تفسیر مین نقل کیا ہے اسکا جواب اسی شرح مواقف مین موجود ہے اور آپکی تفسیر مین بھی مرقوم ہے آپ اس مقام مین اسکی تفصیل کرتے تو ہم بھی شرح مواقف اور آپکی تفسیر سے اُسکا جواب تفصیلی نقل کر دیتے +

اسکے بعد امام صاحب نے ایک فصل مین اُس قانون و شرایط تکفیر کا یہہ خلاصہ بیان کیا ہے

(۱) نص جسمین تاویل کیجاتی ہے محتمل تاویل نہو (۲) وہ نص متواتر ہو (۳) اسکے تواتر کا علم مؤول کو ہو (یعنی وہ نو مسلم محض بے خبر نہو) (۴) اسکی دلیل تاویل قطعی نہو (۵) اسکی تاویل کا ضرر اسلام مین عظیم ہو +

پھر ایک فصل مین یہہ بیان کیا ہے کہ علماء متکلمین سے عوام مسلمانون کو جو عقاید شرعیہ

کو دلایل علم کلام سے سمجھا نہین کافر کہا ہے مگر یہہ انکی زیادتی ہے۔ اور دلایل کلامیہ کا جاننا ہر کسی کے لئے ضروری نہین بلکہ اُن دلایل اور اس علم مین بحث و خوض بدعت و ضلالت ہی بجز دو شخصون کے (جنکا ذکر اسی پرچہ اشاعۃ السنۃ مین بصفحہ (۸۰) گذرا ہے) اور اکثر عوام جو دلایل کلامیہ سے آشنا نہین ٹھیک مسلمان و ناجی ہین۔ کافر و مخلد فی النار وہی فرقہ ہے جس نے آنحضرت کو جھوٹا جانا یا بنظر مصلحت آنحضرت کا جھوٹ بولنا تجویز کیا۔ پھر ایک فصل مین لکھا ہے کہ اہل بصیرت کے لئے علاوہ از اخبار و آثار اور اسباب و مکاشفات سے بھی انکشاف رحمت ہوتا ہے مگر اسکے ذکر مین طول ہوتا ہے ✲

پھر ایک فصل مین لکھا ہے کہ بعض لوگ (جیسے کہ حضرات نیچری) یہہ خیال کرتے ہین کہ حکم تکفیر عقل سے لیا جاتا ہے نہ شرع سے پس کافر وہ ہے جو خدا کا منکر ہے۔ اور جو خدا کو مانتا ہے وہ مومن ہے (یعنی خواہ پھر وہ رسول و احکام اسلام و حشر وغیرہ امور ایمان کو مانے خواہ نہ مانے) انکی جواب مین کہا جاتا ہے کہ علم خلود نار (جو فطرت کا لازم ہے) تو شرع ہی سے معلوم ہوتا ہے پھر قبل ورود شرع اسکا جاننا کیا معنی رکھتا ہے اور اگر وہ کہے کہ یہہ بات جو عقل کہتی ہے (کہ منکر خدا کافر ہے) شرع سے سمجھی جاتی ہے تو اسکا جواب یہہ ہے کہ یہہ بات بھی تو شرع سے ثابت ہے کہ منکر رسول اور قیامت کا کافر ہے پھر اسمین صرف منکر خدا کی کیا خصوصیت ہے ✲

پھر فصل اخیر مین آپ نے کہا ہے کہ بعض لوگون کا قول ہے جو ہمکو کافر کہے وہ کافر ہے یہہ قول بھی بے اصل ہے۔ جبکہ مثلاً شیعہ کا قول کہ حضرت علی مرتضی اولی بالامامۃ بلافصل ہین کفر نہ ہوا تو پھر انکی یہہ خطاد گمان کہ اس مسئلہ کا مخالف کافر ہے کیون کفر ہوگا اور جو حدیث مین آیا ہے کہ جو کسی کو کافر کہے اگر وہ کافر نہو تو کہنے والے کیطرف کفر رجوع کرتا ہے۔ اسکے معنی یہہ ہین کہ جو کسی کو مسلمان جانکر کافر کہے تو کافر ہوتا ہے اور جو کسی کو رسول کا مکذب سمجھکر کافر کہے تو وہ کافر نہین ہے یہہ کافر کہنا اسکے فہم کی غلطی ہے اس نے سمجھا ہے کہ وہ کافر و مکذب ہے۔ اور در اصل وہ کافر و مکذب نہین ہے پس یہہ غلطی کفر نہین ہے ✲

اخیر مین آپ نے کہا ہے فقد افدناک بہذہ التردیدات التنبیہ علی عظم الغور فی ہذہ القاعدۃ وعلی القانون الذی ینبغی ان یتبع فیہ فاقنع بہ والسلام وللہ الحمد وعلی نبیہ الصلوۃ علی الدوام -

ان فصول و اقوال مین چونکہ امام صاحب نے تاویل و تکفیر کے باب مین کوئی نئی بات نہین فرمائی - بلکہ پہلے بیان کی تلخیص یا تفریع یا تائید کی ہے - اور جناب مخاطب نے بھی اسکے مقابلہ مین کسی تحقیق جدید کا افادہ نہین فرمایا پہلے ہی اوہام وخیالات کا (جنکو ہم بدلایل باطل کر چکے ہین) اعادہ کردیا ہے کہ "محتمل تاویل ہونا کسکے نزدیک اور "برہان" کے قاطع ہونیکا کون فیصلہ کرے اور خدا" کا ماننا امر طبعی ہے" اور "خلود فی النار صرف انکار خدا کی سزا ہے" وقس ہذا - اسلیئے ہمنے اصل عبارت رسالہ امام غزالی کو نقل نہین کیا اور نہ کلام مخاطب کو اسکے مقابلہ مین نقل کرکے اسکا تفصیلی تعاقب کیا ہے بلکہ تفصیل ماسبق پر اکتفا کیا ہے +

اس تفصیل مین ضمنًا وتبعًا بہت مسایل اصول وفروع سے بحث ہوگئی ہے ولیکن جس امر سے خاص کر

اسمقام مین بحث مقصود ہی وہ یہہ امر ہے کہ نصوص شرعیہ مین تاویل کا حکم کیا ہے - سو تفصیل سابق نے اسمین خوب فیصلہ کیا اور صاف بتادیا کہ شرط تاویل ظاہری معنی کا محال ہونا ہے اور محل تاویل وہ آیات واحادیث ہین جو ظاہری معنی مین قطعی الدلالۃ نہین ہین جنکو دوسری اصطلاح مین محکمات کہا جاتا ہے - پس جو شخص باوجود صحت وامکان ظاہری معنی نصوص کے انمین تاویل کرتا ہے وہ موول نہین ہے محرف ہی اور جو نصوص قطعیہ محکمہ مبین المراد کی ایسی تاویل کرے جو ظاہری معنی سے مخالف ہو وہ دربردہ رسول کا مکذب ہے اور یہی امر تاویل اہل حق واہل باطل مین فارق ہے ورنہ مطلق تاویل سے کسیکو انکار نہین ہے +

یہہ تائید وتفصیل رسالہ امام غزالی مین آخر کلام ہے جسمین ریویو جناب مخاطب کا پورا جواب ادا ہوا - اور اسمین مذہب نیچری (جسکی بنا تاویل قطعیات وتحریف محکمات پر ہے) کا حال بخوبی کھلگیا اور صاف طور پر معلوم ہوگیا کہ اس مذہب کے لوگون کے

اسلام کا کیا حال ہے اور حقیقت وحی و وجود ملائکہ و دوزخ و بہشت وغیرہ صدہا اصول وفروع اسلام مین یہہ ناولین کرتے ہین انکا کیا حکم ہے اور ان کے ظاہری ادعاء و اعتراف کلمہ الاسلام کے کیا معنی *

فالحمد للہ اولاً و آخراً و ظاہراً و باطناً علی ما وفقنا للتائید الاسلام و حجۃ الاسلام وسلام علی نبیہ محمد صاحب الحوض والمقام وعلی آلہ ھداۃ الانام و اصحابہ البررۃ الکرام ۔

ضروریات متفرقہ

التماس

سنہ ۱۸۸۳ء کو چار مہینے گزر چکے ہین اور تین مہینے کا پرچہ بھی خریداران لیچکے اب تو قیمت سہ ماہی سنہ ۱۸۸۱ء رسال فرمائین جو صاحب ... شروع سال مین ... پیشگی عطا فرمایا کرتے ہین ... کیون توقف و تامل مین ہین اور جو لوگ سنہ ۱۸۸۱ء بلکہ سنہ ۱۸۷۹ء کے باقیدار ہین وہ بھی خواب بیپرواہی سے بیدار ہون اور پرچہ آیندہ مین نام بنام پکار کر چھاپنے کی نوبت نہ آنے دین ۞

اطلاع

امداد الاسلام جواب تفسیر نیچری کی پیشگی قیمت معہ محصولڈاک ۱۴ مقرر ہے رسالہ جنوری سنہ ۱۸۸۱ء مین اسکی بیان مین غلطی ہوئی ✣

اشتہار

رسالہ منہج الباری فی ترجیح صحیح البخاری (جسکا نام اسکی مضمون سے آگاہ کرتا ہے) اور رسالہ تبیان فی رد البرہان (جسمین تقلید و اجتہاد سے بحث ہے) اس عاجز کی تصنیف سنہ ۱۸۷۷ء مین طبع ہو کر عنقا صفت ہو گئی تھی اب چند نسخے اسکی ہمارے ہاتھ آئی ہین قیمت ہر دو معہ محصولڈاک ۱۲ جو صاحب شایق ہون بارسال قیمت راقم سے مطالبہ فرمائین ۞ ابو سعید محمد حسین ۔ لاہور ۔ محلہ سید مٹھہ ۔